ایک علمی سوال اور اس کا جواب

از جناب مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

مولانا المحترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج گرامی۔ میں موقر رسالہ "برہان" کا دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کرتا رہتا ہوں، بلامبالغہ یہ رسالہ علمی رسالوں میں بہت وقیع جگہ رکھتا ہے خصوصاً مذہبی مضامین جس علمی تحقیق و کاوش سے "برہان" میں شائع ہوتے ہیں وہ بلاشبہ اُس کا نمایاں امتیاز اور قابلِ صد تبریک و تحسین ہے۔

یہ عریضہ آج اس لئے لکھ رہا ہوں کہ مجھے عرصے سے قرآن عزیز کے ایک مسئلہ کی تحقیق مطلوب ہے میں نے مختلف تفاسیر کا مطالعہ کیا اور اس سلسلہ میں کافی بصیرت کے ساتھ مطالعہ کیا تاہم ابھی تک خود کو تشنہ پاتا ہوں لہٰذا براہِ کرم آپ اس مسئلہ پر روشنی ڈال کر ممنون فرمائیں۔

سوال یہ ہے کہ جو قومیں یا جو افراد قرآنِ عزیز کو "کلام اللہ" نہیں مانتے اور یہ کہتے تھے کہ یہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام ہے یا وہ کسی سے سیکھ کر ہمارے سامنے نقل کر دیتے ہیں "قرآنِ عزیز" ان کے جواب میں تحدّی (چیلنج) کرتا ہے کہ یہ بلاشبہ "کلام اللہ" ہے اور اگر تم کو کوئی شبہ ہے تو تم بھی اس جیسا کلام بنا کر لاؤ کیونکہ تم بھی آخر اہلِ عرب اور صاحبِ زبان ہو اور فصاحت و بلاغت کے امام۔

قرآنِ عزیز کی یہ تحدّی (چیلنج) چار جگہ مذکور ہے ایک جگہ سورۂ بقر کے شروع میں کہا گیا ہے۔

وان کنتم فی ریب مما نزّلنا علی عبدنا فأتوا بسورة من مثله (الآیہ) (البقرہ)	اور اگر تم شک و شبہ میں ہو کہ ہم نے جو (قرآن) اپنے بندہ پر نازل کیا ہے وہ (اللہ کا کلام نہیں ہے) تو اس جیسی ایک سورۃ بنا کر لے آؤ۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

ام یقولون افترٰہ قل فأتوا بعشر	کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے) خدا پر بہتان
سور مثلہ مفتریات (الآیہ)	باندھا ہے تو اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کہدیجئے لاؤ تم ایسی
(ھود)	ہی دس سورتیں افتراء کی ہوئی لے آؤ۔

اور تیسرے مقام میں ہے۔

ام یقولون افتراہ قل فأتوا	کیا وہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو گھڑ لیا ہے تو آپ
بسورۃ مثلہ وادعوا من	کہدیجئے کہ تم اس جیسی ایک سورۃ ہی گھڑ کر پیش کردو اور
استطعتم من دون اللہ	اللہ تعالیٰ کے سوا جس کو بھی مدد کیلئے لاسکتے ہو مدد حاصل
ان کنتم صادقین۔ (یونس)	کرلو اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو۔

اور چوتھی جگہ بیان کیا گیا ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن	اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کہدیجئے اگر انس وجن سب
علیٰ ان یأتوا بمثل ھذا القرآن	اس بات پر جمع ہوجائیں کہ اس قرآن جیسا بنائیں تو اس
لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم	جیسا نہیں لاسکتے اگرچہ ان میں سے سب ایک دوسرے
لبعض ظہیرا۔ (اسریٰ)	کے مددگار بن کر جمع ہوجائیں۔

اب سوال یہ ہے کہ عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ جو شخص ایک چھوٹی سی چیز کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو وہ کس طرح اسی قسم کی بڑی چیز کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ پس جو شخص قرآن کی ایک سورۃ کا مقابلہ نہیں کرسکتا اس کو بعد میں دس سورتوں کیلئے اور اس کے بعد پورے قرآن کیلئے تحدی (چیلنج) کرنا کس طرح مناسب ہے، ہاں اگر معاملہ برعکس ہوتا اور سورۂ بقرہ میں پورے قرآن کیلئے تحدی کی جاتی اور پھر دس سورتوں کیلئے چیلنج دیا جاتا اور آخر میں ایک سورۃ پر بات ٹھہر جاتی تو یہ طریقہ قرینِ قیاس تھا اور مناسبِ حال۔

تو پھر وہ کونسی مصلحت و حکمت ہے جس کی بنا پر قرآنِ عزیز نے یہ اسلوب اختیار کیا۔

احمد شاہ۔ ضلع جھنگ (پنجاب)

جواب | مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج گرامی۔ عنایت نامہ موصول ہوا۔ برہان کے متعلق جنابنے جن پاکیزہ جذبات کا اظہار فرمایاہے ادارۂ برہان کی جانب سے میں صمیمِ قلب کے ساتھ اس کا شکر یہ پیش کرتا ہوں۔ برہان کی خدمت اگر آپ جیسے اہلِ علم بزرگوں کی نظر میں مشکور ہے تو اس کیلئے ادارۂ برہان اور ندوۃ المصنفین درگاہِ الٰہی میں شکرگذار ہے کہ اس نے ادارہ کی سعی کو "سعی مشکور" بنایا۔

آپ نے قرآنِ عزیز کے جس مسئلہ کی جانب توجہ دلائی ہے وہ یقیناً ایک علمی مسئلہ ہے اور اہلِ علم کیلئے دعوتِ فکر کا محرک۔ چنانچہ قرآنِ عزیز کے معانی و لطائف کی تفصیل و تفسیر کے سلسلہ میں زمانۂ طالب علمی سے جو شغف مجھکو رہا ہے اس کی افادیت اور فیضانِ الٰہی کی مساعدت نے اس خاص مقام کے متعلق فہمِ نارسا کی جسقدر مدد کی ہے اس پر اظہارِ تشکر و امتنان کے ساتھ یہ چند سطور سپردِ قلم کرتا ہوں اگر باعثِ تشفی ہوں تو فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

اسلام کے مخالفوں نے جب قرآنِ عزیز کے متعلق یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور اس کے متعلق شکوک و شبہات کے طوفانی اوہام و خیالات کا سیلاب بہادیا اور کبھی کہا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنا کلام ہے اور کبھی دعویٰ کیا کہ ایک رومی غلام کی تعلیم کا نتیجہ ہے تو قرآنِ عزیز نے بہترین وجوہ و دلائل کے ساتھ اول یہ ثابت کیا اور یقینِ محکم کے ساتھ باور کرایا کہ امّی جماعت کے اس امّی انسان کی قدرت سے یہ باہر ہے کہ معجز فصاحت و بلاغت، بے نظیر شوکتِ کلام، بے مثال ترتیب و نظم اور بے غایت معنوی حسنِ بیان کے ساتھ ایک کامل اور جامع قانون کو اس طرح پیش کر سکے اور نہ صرف امّی انسان بلکہ علم و معرفت اور فصاحت و بلاغت کے ملاءِ اعلیٰ پر فائز انسان کی طاقت سے بھی خارج ہے کہ وہ نظم کلام یا معانی کلام کے اعتبار سے اس جیسا قانون پیش کر سکے۔ چنانچہ قرآنِ عزیز نے ایک جگہ اسی قسم کے مشککین کو جواب دیتے

ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

افلا یتدبرون القرآن ولو کان	کیا انھوں نے قرآن میں فکر و غور کیساتھ کام نہیں لیا اور اگر
من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ	یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کا کلام ہوتا تو صاحبِ غور و فکر اس
اختلافاً کثیرا۔	میں قسم قسم کے بہت سے اختلاف پاتے۔

یعنی جس طرح حضرتِ انسان کی ہستی گرم و سرد، نیک و بد، حرکت و جمود، فرحت و غم راحت و تکلیف، جوش و فسردگی، بیداری و غفلت، خودی و خود فراموشی، حفظ و نسیان یہ اور اس قسم کے متضاد و مختلف انقلابات سے گھری ہوئی ہے۔ یا ان اختلافاتِ رنگا رنگ کا مجموعہ ہے اسی طرح اس کا کلام بھی ان انقلابات و اختلافات سے خالی نہیں ہو سکتا لیکن جبکہ خالقِ کائنات انقلابات سے ورار الورار اور پاک ہے اور اُس کا وجود باجود تغیرات سے بری تو اس کے کلام کی بھی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں نہ قلیل اختلاف پایا جاتا ہے نہ کثیر اور جبکہ موصوف کی ذات اپنی صفاتِ ذاتی میں بھی ہر قسم کے نقص سے پاک ہے تو اس کی صفتِ کلام کو بھی نقص و اختلاف سے دور کا تعلق نہیں ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ نعلم انّھم یقولون اِنّما یُعلّمہ	اور بلاشبہ ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن کے بارہ میں (کیا
بَشَر لِسانُ الذی یُلحدون الیہ	کہتے ہیں؟ یہ) کہتے ہیں اس شخص کو تو ایک آدمی (یہ باتیں)
اعجمی وھذا لسانٌ عربیٌ مُبین۔	سکھا دیتا ہے حالانکہ اس آدمی کی زبان جس کی طرف اسے
(نحل)	منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ صاف و آشکارا عربی زبان ہے

بتانا یہ مقصود ہے کہ اگر قرآن کو یہ لوگ کلام اللہ نہیں مانتے تو اس دعوے کے لئے کوئی دل لگتی بات تو کہیں یہ تو نہ ہو کہ اس قدر لغو و نامعقول بات کہنے لگیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رومی غلام اس "قرآن" کو سکھاتا ہے۔ رومی تو ایک عجمی انسان ہے اور یہ "قرآن" صاف اور واضح عربی زبان کا کلام، تو کیا ایسا کلام جس کو سنکر اہلِ زبان حیرت زدہ ہیں۔ عربی نژاد کو ایک عجمی کا سکھایا ہوا ہو سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں

بلکہ یہ خیال محض لغو اور لچر ہے۔

اسی طرح قرآنِ عزیز نے مختلف مقامات میں منکرین اور متشککین کو بہ دلائل لطیف سمجھانے کی کوشش کی مگر جب اُن کے بے دلیل جحود و انکار کی کجروی نے کسی طرح ان کو سلامت روی پر آمادہ نہ ہونے دیا تب اس نے ان کو چیلنج کیا اور دعوتِ مقابلہ دی اور کہا اگر تمہارے جحود و انکار میں واقعیت کی ادنیٰ سی بھی جھلک موجود ہے تو تم اس "قرآن" کا مقابلہ کرو اور کیا بہ لحاظ اسلوبِ نظم و الفاظ اور کیا بہ لحاظ حسنِ معانی و مفہوم اور کیا بہ اعتبار شوکتِ تعبیر اور کیا باعتبار قانون و آئین اس کے مساوی کوئی کلام پیش کرو کیونکہ تم بھی عربی زبان کے مالک اور اس کی فصاحت و بلاغت کے حصہ دار ہو۔ یا کم از کم اس کی کسی ایک ہی خصوصیت کا مقابلہ کر دکھاؤ۔

قرآنِ عزیز نے اس سلسلہ میں چار نہیں بلکہ پانچ مقامات پر تحدّی (چیلنج) کا اسلوب اختیار کیا ہے جن میں سے چار مکّی سورتوں یعنی اسراء، قصص، یونس اور ہود میں اور ایک مدنی سورۃ بقرہ میں مذکور ہے ان پانچ مقامات میں سے چار کو تو آپ نے نقل فرما دیا ہے اور پانچواں مقام سورۂ قصص میں ہے۔

قل فأتوا بكتاب من عند الله	اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) (مشرکین سے) کہہ دیجئے: تم کوئی ایسی
هو اهدیٰ منهما اتبعه	کتاب "اللہ" کے پاس سے لے آؤ جو ان دونوں (قرآن۔ توراۃ) سے
ان كنتم صادقين	زیادہ ہدایت کی راہ بتانیوالی ہو تو میں اسی کا اتباع کر لوں گا۔ اگر
(قصص)	تم اس بارہ میں سچے ہو کہ قرآن اور توراۃ خدا کی مرسل نہیں ہیں۔

مشرکینِ مکہ سے بحث قرآنِ عزیز کی صداقت اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی تھی، دورانِ بحث میں ذکر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے معجزات اور توراۃ کا آگیا۔ مشرکین کہنے لگے اگر اس نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھی ایسا ہی معجزہ ہوتا تو ہم ضرور ایمان لے آتے پھر "یہود" سے توراۃ کے متعلق گفتگو کرنے لگے جب یہ سنا کہ اس میں بھی شرک کی مذمت، توحید کی تعلیم اور انبیا و رسل کی تصدیق کے تذکرے موجود ہیں تو کہنے لگے، معلوم ہوا کہ قرآن اور توراۃ دونوں ہی سحر اور جادو ہیں اور موسیٰ (علیہ السلام) اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

دونوں ساحر اور جادوگر۔ تب قرآنِ عزیز نے تحدّی (چیلنج) کا یہ اسلوب اختیار کیا اور کہا کہ اگر یہ دونوں کتابیں سحر اور جادو ہیں تو پھر اس کے مقابلہ میں تم خدا کے پاس سے ایسی کتاب لا دکھاؤ کہ جو ان دونوں سے زیادہ ہادی اور راشد ہو تاکہ تمہارے اس دعویٰ کے صدق و کذب کا امتحان ہو سکے۔

قرآنِ عزیز کے ان پانچ مقامات میں تحدّی (چیلنج) کا جو معجزانہ اسلوبِ بیان اختیار کیا گیا ہے اور ان مختلف مقامات میں ایک سورۃ، دس سورتیں اور مکمل قرآن کے مقابلہ کی جو دعوت دی گئی ہے مفسرین نے، ان مختلف تعبیرات سے متعلق پیدا شدہ اس سوال کا جواب دینے کی کوشش فرمائی ہے جو جنابِ محترم نے اپنے گرامی نامہ میں ذکر فرمایا ہے اور بے شبہ ان کی توجیہ و تاویل بہت وقیع اور موثر ہے اس لئے پہلے اس کو نقل کر دینا مناسب ہے اور اس کے بعد آیات کے سیاق و سباق اور قرآنِ عزیز کے مقصدِ تحدّی کے پیشِ نظر جو توجیہ میرے خیال میں آتی ہے وہ سپردِ قلم کروں گا۔

تفسیر ابنِ کثیر، البحر المحیط، روح المعانی اور تفسیر المنار میں علماءِ تفسیر نے اس مسئلہ میں جو ارشاد فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ قرآنِ عزیز کی تحدّی اور اس کے چیلنج میں جو ترتیبی درجات مذکور ہیں وہ بلاشبہ اسی طریق اور اسی نہج پر ہیں جو عقلی تقاضا کے مطابق ہیں اسلئے کہ قرآنِ عزیز کی دعوتِ مقابلہ کے اولین مخاطب وہ اہلِ عرب (مشرکین اور یہود و نصاریٰ) تھے جو اہلِ زبان بھی تھے اور بے نظیر فصاحت و بلاغت کے مالک بھی لہٰذا قرآنِ عزیز جس طرح حکیمانہ مصالح کی بنا پر تیئیس سال نجماً نجماً (حصہ حصہ) ہو کر نازل ہوتا رہا اور جن حالات و واقعات کی تطبیق اُس نزول کی محرک ہوئی اور "شانِ نزول" کی اصطلاح سے مشرف ہوتی رہی۔ اس کا لحاظ رکھتے ہوئے ان سورتوں کی ترتیبِ نزول اس طرح ہے کہ اول سورۂ قصص کا نزول ہوا بعد ازاں سورۂ اسراء کا یا اس کے برعکس اور ان دونوں سورتوں میں پورے قرآن کیلئے دعوتِ مقابلہ دی گئی اور کہا گیا کہ اگر قرآن خدا کا کلام نہیں بلکہ ایک عربی نژاد ہستی کا کلام ہے یا ایک عجمی انسان کا سکھایا ہوا ہے تو پھر تم بھی اسی خاکِ پاک کے باشندے اور اہلِ لسان ہو، فصاحت و بلاغت تمہارے گھر کی لونڈی ہے

تم میں سے ایک فرد نہیں بلکہ امّی اور غیر امّی، غیر تعلیم یافتہ اور تعلیم یافتہ سب مل کر اور نہ صرف تم اہل عرب بلکہ عرب و عجم مل کر اس جیسی کتاب بنا کر پیش کرو اور یہ دعوتِ مقابلہ عام ہے کہ اس کے نظم الفاظ، شوکتِ کلام اور حلاوت بیان کے مقابلہ میں کتاب پیش کرو یا محاسن معنوی اور بے نظیر انفرادی واجتماعی دستور کی شکل میں کوئی مجموعہ قانون بنا لاؤ اور ہو سکے تو لفظی و معنوی دونوں محاسن کے مقابلہ کا چیلنج قبول کر لو۔ غرض جس طرح بن پڑے اس قرآن کی دعوت مقابلہ کو پورا کرو تا کہ اس کے "کلام اللہ" ہونے کا دعوٰی جھوٹا ثابت ہو اور تم "صادقین" کا درجہ حاصل کر سکو۔ لیکن قرآن اپنے کلام اللہ ہونے کے یقینِ محکم کے ساتھ اپنی صداقت اور تمہارے کذب و افترا کا اس معجزانہ انداز میں آج ہی یہ اعلان کئے دیتا ہے کہ (تمام کائناتِ انسانی ہی نہیں) اگر جن و انس (ثقلین) بھی جمع ہو کر قرآن کی اس دعوتِ مقابلہ کا جواب دینے کیلئے جمع ہو جائیں تو قطعاً ناکام رہینگے اور ایک دوسرے کے ساتھ پوری اعانت کے باوجود بھی اس جیسی کتاب لانے پر قادر نہ ہوں گے۔

" فأتوا بکتاب من عند اللہ" " لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یأتوا بمثل ھذا القرآن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔"

لیکن جب وہ اس دعوتِ مقابلہ سے عاجز ہو گئے اور زچ ہو کر لا جواب رہ گئے تو قرآنِ عزیز نے اپنی صداقت اور کلام اللہ ہونے کی قطعیت کو مخالفین کی نگاہ میں زیادہ محکم اور مضبوط بنانے کیلئے سورۂ ہود کی صورت میں نازل ہو کر یہ اعلان کیا کہ اگر تم پورے قرآن اور اس بے نظیر مکمل قانون کے مقابلہ سے عاجز ہو تو قرآن تم کو اتنی اور آسانی دیتا ہے کہ کم از کم دس سورتیں ہی اس جیسی بنا لاؤ۔ اور اگر (العیاذ باللہ) قرآن یونہی گھڑی ہوئی باتوں کا مجموعہ ہے تب تو بہت آسان بات ہے کہ تم ایسی گھڑی ہوئی باتوں کو دس سورتوں کی شکل ہی میں پیش کر دو اور اس کام کیلئے خدا کے سوا تمام کائنات کو اپنا معین و مددگار بنا لو۔ " ام یقولون افتراہ قل فأتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین۔"

اور جب یہ منکرین اور جاحدین اس دعوتِ مقابلہ میں بھی خاسر اور ناکام رہے اور اسلامی و غیر اسلامی

اوراقِ تاریخ کی شہادت کے مطابق ان کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہوئی (اور القارعۃ ما القارعۃ وما ادراک ما القارعۃ" کے مقابلہ میں اگر کسی احمق نے "الفیل ما الفیل وما ادراک ما الفیل لہ اذنان وخرطوم طویل" جیسا مہمل اور لچر جملہ زبان سے نکالا تو خود اس کی اپنی جماعت کے فصحا و بلغا نے اس جملہ پر اس کو نادم و شرمسار کردیا اور تنبیہ کی کہ ایسا نہ ہو کہ مسلمان اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس جملہ کو سن پائیں اور اس کی بلحاظِ عربیت اور بلحاظِ معنی مذاق اڑائیں۔)

تو قرآنِ عزیز نے منکرین اور جاحدین کی اس بیچارگی اور سراسیمگی کو سنجیدگی کے ساتھ دیکھا اور جویائے حق کیلئے ایک اور آخری موقعہ دیا اور کہا کہ اگر مکمل قرآن اور اس کی دس سورتوں کے مقابلہ سے عاجز و درماندہ ہو، اور اس کے مثل لانے پر قادر نہیں تو اس کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورۃ (مثلاً کوثر) ہی کا مقابلہ کر دکھاؤ تاکہ قرآن کا یہ دعوئ محکم کہ وہ کلامِ الٰہی ہے غلط ہو جائے اور تکذیبِ قرآن کیلئے تم کو دلیل ہاتھ آجائے لہٰذا اس آخری مہلت یا فیصلہ کن چیلنج (تحدی) کو سورۂ یونس میں نازل فرمایا گیا۔

"ام یقولون افتراہ قل فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین"

مگر وائے ناکامی کہ مشرکین نے پیغمبرِ اسلام اور قرآن کو گالیاں بھی دیں، جھٹلایا بھی، جادو اور جادوگر بھی بتایا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مسلمانوں کو کھلا ایذا رسانی اور ہر قسم کی مخالفانہ سازشوں کا جال بھی بچھایا یہ سب تو ان سے ہو سکا مگر نہ ہو سکا تو یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے دعوی کو باطل کرنے کیلئے عرب فصحاء و بلغاء کی عظیم الشان مجلسِ مشاورت منعقد کرکے قرآنِ عزیز کے مقابلہ میں ایک چھوٹی سی سورت پیش کر دیتے۔

بہر حال یہ تمام آیات "مکی" ہیں اور اس لئے ان میں اثر خطابت کے اعتبار سے مشرکینِ مکہ کو دعوتِ مقابلہ دی گئی اور وہ اس چیلنج کو قبول نہ کر سکے۔

پھر ہجرت کے بعد جب اسلام کی صداقت کے مقابلہ میں مشرکین کے علاوہ یہود و نصاریٰ (اہل

کتاب) بھی سامنے آ گئے تو اب اُن کیلئے ان سب درجات کے دہرانے کی ضرورت نہ سمجھتے ہوئے اہلِ کتاب کے سامنے بھی ایک مرتبہ آخری چیلنج دہرا دیا گیا جو سورۂ بقرہ میں مذکور ہے یعنی قرآن یا اس کی دس سورتوں کا مقابلہ تو بہت بڑی بات ہے صرف ایک سورت ہی کا مقابلہ کر دکھاؤ، جبکہ تمہارے لئے یہ آسانی بھی ہے کہ تم مشرکین کی طرح ان پڑھ بھی نہیں ہو اور سماوی کتابوں کے اندازِ بیان اور طریقِ استدلال سے بخوبی آگاہ بھی ہو چنانچہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

"وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورة من مثله وادعوا شهداءكم من دون الله ان کنتم صٰدقین"

اور جبکہ تحدّی کا یہ معاملہ اب تمام منکرین اور جاحدین کے سامنے پیش ہو چکا اور سب ایک ہی سلکِ مقابلہ میں منسلک ہو گئے تو اب مناسب سمجھا گیا کہ قرآنِ عزیز کے کلامِ الٰہی ہونے پر مزید مہرِ تصدیق ثبت کرنے کیلئے ایک اور زبردست دلیل یعنی مستقبل کیلئے فیصلہ کن خبر بھی سنا دی جائے کہ یہ واضح رہے کہ تم سب مل کر لاکھوں جتن بھی کرو گے تو اس مقابلہ سے عاجز و درماندہ ہی رہو گے اور جرأتِ مقابلہ کسی حال میں بھی نہ کر سکو گے اور جب ایسا حال ہے تو تم کو بلاشبہ خدا کے اُس عذابِ (جہنم) سے خوف کھانا چاہیے جو کافروں (منکروں) کیلئے تیار کیا گیا ہے۔

"فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للکافرین"

آپ کے سوال کا یہ جواب ہے جو تاریخِ نزول کی بنیاد پر مفسرین نے دیا ہے اور قابلِ ترجیح سمجھا ہے اور ابنِ کثیر نے بھی اس کو راجح قرار دیا ہے۔ اور متکلمینِ اسلام نے بھی اسی کو ارجح تسلیم کیا ہے اور بلاشبہ ان آیات کی یہ توجیہ خوب اور معقول ہے اور باعثِ تسکین و تشفی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ آیاتِ تحدّی جن سورتوں سے تعلق رکھتی ہیں اُن کے مکّی اور مدنی ہونے میں بھی اختلافِ رائے ہے مثلاً بعض سورۂ یونس کو مدنی کہتے ہیں اور اس میں مذکور آیۂ تحدّی کو بھی اور بعض سورۂ یونس کو مکّی تسلیم کرنے کے بعد اس کا نزول ہودے

قبل ملتے ہیں جیسا کہ موجودہ ترتیب میں موجود ہے اور اس دوسری رائے کے مطابق مفسرین کی مسطورہ بالا توجیہ میں اختلال پیدا ہو جاتا ہے اور طریق استدلال پورا نہیں اترتا۔ اسلئے علامہ رشید رضا نے تفسیر المنار میں متقدمین و متاخرین علما کے اقوال سے اخذ کر کے اس مسئلہ کی توجیہ کے لئے ایک دوسرا انداز اختیار کیا ہے جو بجائے خود دلچسپ اور دلنشین ہے۔

فرماتے ہیں کہ سورۂ بقر کی آیتِ تحدّی کے علاوہ باقی تمام آیاتِ تحدّی مکی سورتوں سے متعلق ہیں یعنی قصص، اسرار، یونس، ہود، سب مکی سورتیں ہیں لیکن ان میں دعوتِ مقابلہ دو جدا جدا نقطہ ہائے نظر سے دی گئی ہے یہ نہیں ہے کہ سب کی سب ایک ہی نقطۂ نظر سے دعوتِ مقابلہ دیتی اور تحدّی (چیلنج) کرتی ہیں۔ پس قصص اور اسرا میں نفسِ قرآن کو مقابلہ کیلئے پیش کیا گیا ہے اور ان میں خود قرآنِ عزیز مع اپنے خصوصی اوصاف کے معیارِ مقابلہ قرار دیا گیا ہے اور سورۂ یونس اور سورۂ ہود میں بعض انواعِ اعجاز کو معیار بنایا گیا ہے یعنی اگر وہ قرآن کی مجموعی خصوصیات کے مقابلہ میں کوئی قرآن جیسی کتاب نہیں لاسکتے تو کم از کم اس ایک خصوصیت کے لحاظ سے ہی مقابلہ کیلئے آمادہ ہو جائیں۔ اور قرآنِ عزیز کی وہ نوعِ اعجاز گذشتہ امتوں اور ان کے پیغمبروں اور ہادیوں کے وہ واقعات ہیں جو ایک اُمّی انسان کو بغیر وحی کی معلوم نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ وہ واقعات ہیں کہ جن کے ذکر سے صفحاتِ تاریخ بھی خالی ہیں اور قرآنِ عزیز کی غیبی اطلاعات کے بعد تاریخی تلاش و جستجو ان کی صحت و حقیقت پر مہر کرتی جاتی ہے چنانچہ سورۂ ہود میں اسی حقیقت کو یوں ظاہر کیا گیا ہے۔

تلك من انباء الغيب نوحيها	یہ (نوح علیہ السلام کا واقعہ) غیب کی خبروں میں سے ہے
اليك ما كنت تعلمها انت ولا	جس کو ہم نے وحی کے ذریعہ تجھکو اطلاع دی ہے اور
قومك من قبل هذا (هود)	جسکو اس سے پہلے نہ تو جانتا تھا اور نہ تیری قوم۔

اور سورۂ قصص میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ہے۔

وماکنت بجانب الغربی اذ قضینا الیٰ موسی الامر (قصص) — اور تو اس وقت جانب غربی میں موجود نہ تھا جبکہ ہم نے موسیٰ کی طرف حکم بھیجا تھا۔

اور سورۂ آل عمران میں حضرت مریم (علیہا السلام) کے واقعہ میں ہے۔

ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک — یہ غیب کی خبروں میں سے جس کی ہم نے تیری جانب وحی کی ہے

پس اگر منکرین کے نزدیک یہ دلیل، برہانِ اعجاز نہیں ہے اور قرآن کے وحی الٰہی ہونے سے اب بھی ان کو انکار ہے تو وہ چند سورتیں یا ایک سورۃ ہی ایسی پیش کریں جس میں اس قسم کے اخبارِ مغیبات موجود ہوں اسی طرح پھر سورۂ ہود اور سورۂ یونس میں دس سورتوں اور ایک سورۃ کا جو فرق ہے وہ بھی جدا جدا نقطۂ نظر کے ماتحت ہے یعنی سورۂ ہود میں دعوتِ مقابلہ کی بنیاد اس پر قائم کی گئی ہے کہ یہ بھی کلام اللہ کا ہی اعجاز ہے کہ وہ ایک ہی واقعہ کو مختلف مقامات میں ذکر کرتا ہے مگر اسلوبِ بیان، طرزِ ادا، اخذِ نتائج وثمرات غرض حُسنِ لفظی ومعنوی کے اعتبار سے ہر مقام اچھوتا نظر آتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر واقعہ کو اس جگہ اس طرز میں نہ بیان کیا گیا ہوتا تو سیاق وسباق کا سارا مضمون تشنہ رہ جاتا سو اگر تم کو بھی دعویٰ فصاحت وبلاغت ہے تو اور باتوں کو نظر انداز کیجئے اور صرف اسی ایک شعبۂ فصاحت کے اعجاز قرآنی کا مقابلہ کر کے دکھا دیجئے۔ اور چونکہ اہلِ عرب کے یہاں کثرت کا اطلاق عموماً "دس" کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے ان کو موقعہ دیا گیا کہ وہ دس سورتوں میں اس صنفِ اعجاز کو پیش کر کے قرآنی چیلنج کو لبیک کہیں۔

اور سورۂ یونس میں تحدی کی اساس اس پر قائم کی گئی ہے کہ جبکہ مشرکین بار بار یہ کہتے ہیں کہ "افتراہ" (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گھڑ کر خدا کی جانب غلط نسبت کر دی ہے) تو قرآن عزیز اس دعویٰ پر بھی ان کو چیلنج کرتا ہے کہ اگر ایسا ہے تو پھر تمہارے لئے کیا مشکل ہے کہ تم بھی اس قسم کا "من گھڑت افترا" قرآن کے مقابلہ میں پیش کر کے اس نبی کے دعویٰ کی تکذیب کر دو تاکہ اس کو ندامت وشرمساری سے دوچار ہونا پڑے اور میدانِ فتح تمہارے ہاتھ رہے اور اس کیلئے مکمل قرآن یا دس

سورتوں کے مقابلہ کی بھی ضرورت نہیں صرف ایک سورۃ بھی کافی ہے "ام یقولون افتراہ قل فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین "

گویا صاحب المنار کی توجیہ کا حاصل یہ ہوا کہ مکی آیات تحدی میں تحدی کی بنیاد جدا جدا نقطہ ہائے نظر پر ہے قصص اور اسرا میں ایک نقطۂ نظر ہے تو ہود اور یونس میں دوسرا نقطۂ نظر اور پھر ثانی الذکر سورتوں میں بھی نقطۂ نظر کی ہمرنگی کے باوجود شعبۂ اعجاز کے لحاظ سے جدا جدا شعبوں کے پیش نظر تحدی کی گئی ہے اور مکی آیات کے بعد مدنی آیت (البقرہ) میں ان تمام نقطہ ہائے نظر اور شعبہ ہائے اعجاز کو یکجا کر کے دعوتِ مقابلہ دی گئی اور کہہ دیا گیا کہ ان مکمل خصوصیات کے ساتھ ہم تم پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے اور صرف "ایک سورۃ کا" مطالبہ کرتے ہیں تاکہ حق و باطل کا امتیاز واضح ہو جائے لہٰذا زیر بحث مکی سورتوں میں شانِ نزول کے اعتبار سے خواہ کوئی مقدم ہو اور کوئی مؤخر تحدی اور دعوتِ مقابلہ کی آیات میں ترتیبِ درجات کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی کا رجحان بھی کچھ اسی جانب معلوم ہوتا ہے اگرچہ انھوں نے صاحب المنار کی طرح تفصیل سے اس کو بیان نہیں فرمایا اور اس میں شک نہیں کہ آیاتِ تحدی کی یہ توجیہ اس لحاظ سے بہت زیادہ وقیع ہے کہ یہ تاویلاتِ باردہ کے بغیر تمام مقامات کی تفسیر اس طرح کر دیتی ہے کہ جس کے بعد سورتوں کے شانِ نزول کی تقدیم و تاخیر کی بحث کی ضرورت قطعاً باقی نہیں رہتی۔ اور مدنی آیت (سورہ بقرہ) کی توجیہ میں بھی کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔

(باقی)